احمدی احباب کی تعلیم و تربیت کے لئے

بدھ 27 جنوری 2010ء

روزنامہ
الفضل
ٹیلی فون نمبر 047-6213029 FD-10
ایڈیٹر : عبدالسمیع خان
web: http://www.alfazl.org
email: editor@alfazl.org
بدھ 27 جنوری 2010ء 11 صفر 1431 ہجری 27 صلح 1389 ہش جلد 60-95 نمبر 22

آدھا نام عربی، آدھا انگریزی میں

حضرت مسیح موعود کا ایک خواب۔ قریباً 1880ء۔ فرماتے ہیں۔

''کوئی 26,25 سال کا عرصہ گزرا ہے ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک شخص میرا نام لکھ رہا ہے تو آدھا نام اس نے عربی میں لکھا ہے اور آدھا انگریزی میں لکھا ہے۔''

﴿الحکم مورخہ 10 ستمبر 1905ء صفحہ 3 کالم نمبر 3﴾

ارشادات عالیہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

22۔ بائیسواں نشان۔ یہ ہے کہ جیسا کہ میں ابھی لکھ چکا ہوں جب مجھے یہ خبر دی گئی کہ میرے والد صاحب آفتاب غروب ہونے کے بعد فوت ہو جائیں گے تو بموجب مقتضائے بشریت کے مجھے اِس خبر کے سننے سے درد پہنچا اور چونکہ ہماری معاش کے اکثر وجوہ اُنہیں کی زندگی سے وابستہ تھے اور وہ سرکار انگریزی کی طرف سے پنشن پاتے تھے اور نیز ایک رقم کثیر انعام کی پاتے تھے۔ جو اُن کی حیات سے مشروط تھی۔ اِس لئے یہ خیال گذرا کہ اُن کی وفات کے بعد کیا ہوگا اور دل میں خوف پیدا ہوا کہ شائد تنگی اور تکلیف کے دن ہم پر آئیں گے اور یہ سارا خیال بجلی کی چمک کی طرح ایک سیکنڈ سے بھی کم عرصہ میں دل میں گذر گیا تب اُسی وقت غنودگی ہو کر یہ دوسرا الہام ہوا .... یعنی کیا خدا اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں ہے اِس الہام الٰہی کے ساتھ ایسا دل قوی ہو گیا کہ جیسے ایک سخت دردناک زخم کسی مرہم سے ایک دم میں اچھا ہو جاتا ہے۔ درحقیقت یہ امر بارہا آزمایا گیا ہے کہ وحی الٰہی میں دلی تسلی دینے کے لئے ایک ذاتی خاصیت ہے اور جڑھ اِس خاصیت کی وہ یقین ہے جو وحی الٰہی پر ہو جاتا ہے۔ افسوس ان لوگوں کے کیسے الہام ہیں کہ باوجود دعویٰ الہام کے یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ ہمارے الہام ظنّی امور ہیں نہ معلوم یہ شیطانی ہیں یا رحمانی ایسے الہاموں کا ضرر اُن کے نفع سے زیادہ ہے مگر مَیں خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اِن الہامات پر اُسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ قرآن شریف پر اور خدا کی دوسری کتابوں پر اور جس طرح میں قرآن شریف کو یقینی اور قطعی طور پر خدا کا کلام جانتا ہوں اُسی طرح اس کلام کو بھی جو میرے پر نازل ہوتا ہے خدا کا کلام یقین کرتا ہوں کیونکہ اس کے ساتھ الٰہی چمک اور نور دیکھتا ہوں اور اسکے ساتھ خدا کی قدرتوں کے نمونے پاتا ہوں۔ غرض جب مجھ کو یہ الہام ہوا کہ الیس اللّٰہ............ تو میں نے اُسی وقت سمجھ لیا کہ خدا مجھے ضائع نہیں کرے گا تب میں نے ایک ہندو کھتری ملاوامل نام کو جو ساکن قادیان ہے اور ابھی تک زندہ ہے وہ الہام لکھ کر دیا اور سارا قصہ اُس کو سُنایا اور اُس کو امرتسر بھیجا کہ تا حکیم مولوی محمد شریف کلانوری کی معرفت اس کو کسی نگینہ میں کھدوا کر اور مہر بنوا کر لے آوے اور میں نے اس ہندو کو اس کام کے لئے محض اِس غرض سے اختیار کیا کہ تا وہ اس عظیم الشان پیشگوئی کا گواہ ہو جائے اور تا مولوی محمد شریف بھی گواہ ہو جاوے۔ چنانچہ مولوی صاحب موصوف کے ذریعہ سے وہ انگشتری بصرف مبلغ پانچ روپیہ طیار ہو کر میرے پاس پہنچ گئی جو اَب تک میرے پاس موجود ہے جس کا نشان یہ ہے۔---------- یہ اُس زمانہ میں الہام ہوا تھا جبکہ ہماری معاش اور آرام کا تمام مدار ہمارے والد صاحب کی محض ایک مختصر آمدنی پر منحصر تھا اور بیرونی لوگوں میں سے ایک شخص بھی مجھے نہیں جانتا تھا اور میں ایک گمنام انسان تھا جو قادیان جیسے ویران گاؤں میں زاویہ گمنامی میں پڑا ہوا تھا۔ پھر بعد اس کے خدا نے اپنی پیشگوئی کے موافق ایک دنیا کو میری طرف رجوع دے دیا اور ایسی متواتر فتوحات سے مالی مدد کی کہ جس کا شکریہ بیان کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں مجھے اپنی حالت پر خیال کر کے اس قدر بھی اُمید نہ تھی کہ دس روپیہ ماہوار بھی آئیں گے مگر خدا تعالیٰ جو غریبوں کو خاک میں سے اُٹھاتا اور متکبروں کو خاک میں ملاتا ہے اسی نے ایسی میری دستگیری کی کہ میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ اب تک تین لاکھ کے قریب روپیہ آچکا ہے اور شائد اس سے زیادہ ہو اور اس آمدنی کو اس سے خیال کر لینا چاہئے کہ سالہا سال سے صرف لنگر خانہ کا ڈیڑھ ہزار روپیہ ماہوار تک خرچ ہو جاتا ہے یعنی اوسط کے حساب سے اور دوسری شاخیں مصارف کی یعنی مدرسہ وغیرہ اور کتابوں کی چھپوائی اس سے الگ ہے۔ پس دیکھنا چاہئے کہ یہ پیشگوئی یعنی الیس اللّٰہ .... کس صفائی اور قوت اور شان سے پوری ہوئی۔

﴿حقیقة الوحی، روحانی خزائن جلد 22 ص 219﴾

ضرورت محررین/انسپکٹران

دفاتر تحریک جدید کی مستقبل کی ضرورت کے مدنظر انسپکٹران/محررین کی درخواستیں مطلوب ہیں۔ خواہشمند احباب جو خدمت سلسلہ کا جذبہ رکھتے ہوں، وہ اپنی درخواستیں تعلیمی سندات، قومی شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی اور ایک عدد تصویر کے ہمراہ مورخہ 11 فروری 2010ء تک امیر/پریذیڈنٹ کی سفارش کے ساتھ وکالت دیوان تحریک جدید کو بھجوا دیں۔ امیدوار کا ایف۔اے/ایف ایس سی میں کم از کم سیکنڈ ڈویژن ہونا ضروری ہے۔ امیدوار کمپیوٹر اکاؤنٹس میں تجربہ رکھتے ہوں۔ واقفین نو جو اس معیار پر پورا اترتے ہوں وہ بھی درخواست بھجوا سکتے ہیں۔ کمپیوٹر میں درج ذیل امور کی مہارت ہونا ضروری ہے۔

(i) ٹائپنگ انگلش/اردو (دونوں)
(ii) ونڈو آپریٹنگ سسٹم
(iii) مائیکروسافٹ ورڈ
(iv) مائیکروسافٹ ایکسل
(v) ان پیج

امیدوار کی عمر 35 سال سے زائد نہیں ہونی چاہئے۔ معیار پر پورا اترنے والے امیدواران کا تحریری ٹیسٹ 15 فروری 2010 کو بیت المحمود (حلقہ کوارٹرز تحریک جدید) میں صبح 10:00 بجے ہوگا۔

تحریری امتحان کیلئے نصاب حسب ذیل ہوگا۔

1۔ قرآن مجید، پہلا نصف پارہ (ترجمہ کے ساتھ)
2۔ نماز مکمل۔ ترجمہ کے ساتھ
3۔ حدیث (نمبر 11 تا نمبر 20) چالیس جواہر پارے
4۔ کتب حضرت مسیح موعود (حقیقة الوحی، کشتی نوح)
5۔ انگریزی/حساب۔ مطابق معیار ایف۔اے ایف ایس سی
6۔ عام دینی معلومات (شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ)

نوٹ: مندرجہ بالا معیار پر پورا نہ اترنے والی اور نامکمل درخواستوں پر غور نہیں ہوگا۔

(وکیل الدیوان تحریک جدید انجمن احمدیہ ربوہ)

مشعل راہ

مبارک وہ جو دعاؤں سے خدا کی مدد چاہتے ہیں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ 21/ نومبر 2003ء میں حضرت مسیح موعود کے حوالہ سے فرماتے ہیں:۔

آپ فرماتے ہیں: ’’میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے حضور ہماری چلاہٹ ایسی ہی اضطراری ہو کہ وہ اس کے فضل اور رحمت کو جوش دلاتی ہے اور اس کو کھینچ لاتی ہے۔ اور میں اپنے تجربہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ خدا کے فضل اور رحمت کو جو قبولیت دعا کی صورت میں آتا ہے میں نے اپنی طرف کھینچتے ہوئے محسوس کیا ہے بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ دیکھا ہے۔

آپ فرماتے ہیں: ’’ہر ایک جو اس وقت سنتا ہے یاد رکھے کہ تمہارا ہتھیار دعا ہے اس لئے دعا میں لگے رہو۔ یہ یاد رکھو کہ معصیت اور فسق کو نہ واعظ دور کر سکتے ہیں اور نہ کوئی اور حیلہ۔ اس کے لئے ایک ہی راہ ہے وہ دعا ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہی ہمیں فرمایا ہے۔ اس زمانہ میں نیکی کی طرف خیال آنا اور بدی کو چھوڑنا چھوٹی سی بات نہیں ہے۔ یہ انقلاب چاہتی ہے اور یہ انقلاب خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور یہ دعاؤں سے ہوگا۔ ہماری جماعت کو چاہئے کہ راتوں کو رو رو کر دعائیں کریں۔ اس کا وعدہ ہے۔ **ادعونی استجب لکم۔**

پھر آپ نے فرمایا: وہ دعا جو معرفت کے بعد اور فضل کے ذریعہ سے پیدا ہوتی ہے وہ اور رنگ اور کیفیت رکھتی ہے۔ وہ فنا کرنے والی چیز ہے، وہ گداز کرنے والی آگ ہے، وہ رحمت کو کھینچنے والی ایک مقناطیسی کشش ہے، وہ موت ہے پر آخر کو زندہ کرتی ہے، وہ ایک تندسیل ہے پر آخر کو کشتی بن جاتی ہے، ہر ایک بگڑی ہوئی بات اس سے بن جاتی ہے اور ہر ایک زہر آخر اس سے تریاق ہو جاتا ہے۔

مبارک وہ قیدی جو دعا کرتے ہیں، تھکتے نہیں۔ کیونکہ ایک دن رہائی پائیں گے، مبارک وہ اندھے جو دعاؤں میں سست نہیں ہوتے کیونکہ ایک دن دیکھنے لگیں گے۔ مبارک وہ جو قبروں میں پڑے ہوئے دعاؤں کے ساتھ خدا کی مدد چاہتے ہیں کیونکہ ایک دن قبروں سے باہر نکالے جائیں گے۔

مبارک تم جبکہ دعا کرنے میں کبھی ماندہ نہیں ہوتے اور تمہاری روح دعا کے لئے پگھلتی اور تمہاری آنکھ آنسو بہاتی اور تمہارے سینہ میں ایک آگ پیدا کر دیتی ہے اور تمہیں تنہائی کا ذوق اٹھانے کے لئے اندھیری کوٹھڑیوں اور سنسان جنگلوں میں لے جاتی ہے اور تمہیں بے تاب اور دیوانہ اور از خود رفتہ بنا دیتی ہے۔ کیونکہ آخر تم پر فضل کیا جاوے گا۔ وہ خدا جس کی طرف ہم بلاتے ہیں نہایت کریم و رحیم، حیا والا، صادق، وفادار، عاجزوں پر رحم کرنے والا ہے۔ پس تم بھی وفادار بن جاؤ اور پورے صدق اور وفا سے دعا کرو کہ وہ تم پر رحم فرمائے گا۔ دنیا کے شور و غوغا سے الگ ہو جاؤ۔ اور نفسانی جھگڑوں کا دین کو رنگ مت دو۔ خدا کے لئے ہار اختیار کر لو اور شکست کو قبول کر لو تو بڑی بڑی فتحوں کے تم وارث بن جاؤ۔ دعا کرنے والوں کو خدا معجزہ دکھائے گا۔ اور مانگنے والوں کو ایک خارق عادت نعمت دی جائے گی۔ دعا خدا سے آتی ہے اور خدا کی طرف ہی جاتی ہے۔ دعا سے خدا ایسا نزدیک ہو جاتا ہے جیسا کہ تمہاری جان تم سے نزدیک ہے۔ دعا کی پہلی نعمت یہ ہے کہ انسان میں پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ پھر اس تبدیلی سے خدا بھی اپنی صفات میں تبدیلی کرتا ہے۔ اور اس کے صفات غیر متبدل ہیں مگر تبدیلی یافتہ کے لئے اس کی ایک الگ تجلی ہے جس کو دنیا نہیں جانتی گویا وہ اور خدا ہے حالانکہ اور کوئی خدا نہیں۔ مگر نئی تجلی نئے رنگ میں اس کو ظاہر کرتی ہے۔ تب اس خاص تجلی کے شان میں اس تبدیل یافتہ کے لئے وہ کام کرتا ہے جو دوسروں کے لئے نہیں کرتا۔ یہی وہ خوارق ہے۔

غرض دعا وہ اکسیر ہے جو ایک مشت خاک کو کیمیا کر دیتی ہے اور وہ ایک پانی ہے جو اندرونی غلاظتوں کو دھو دیتا ہے۔ اس دعا کے ساتھ روح پگھلتی ہے اور پانی کی طرح بہہ کر آستانہ حضرت احدیت پر گرتی ہے۔‘‘

(لیکچر سیالکوٹ۔ روحانی خزائن جلد نمبر 20 صفحہ 222 تا 223)

(روزنامہ الفضل 9 مارچ 2004ء)

مکرم منور احمد صاحب افسر جلسہ سالانہ کوریا

جماعت احمدیہ جنوبی کوریا کا 14واں جلسہ سالانہ

جماعت احمدیہ جنوبی کوریا ہر سال کورین تہوار چوسک کی چھٹیوں کے موقع پر جلسہ سالانہ کا انعقاد کرتی ہے۔ 2-3/ اکتوبر 2009ء کو جماعت احمدیہ کوریا نے اپنا چودھواں جلسہ سالانہ منعقد کرنے کی توفیق پائی۔ یہ جلسہ جنوبی کوریا کے تیسرے بڑے شہر تھیگو کی بیت الذکر میں منعقد کیا گیا۔

جلسہ کی کارروائی 2/ اکتوبر 2009ء کو نماز جمعہ کے بعد تلاوت و نظم سے شروع ہوئی۔

بعدہ خاکسار منور احمد نے جلسہ سالانہ کے تعارف و اہمیت پر مختصر تقریر کی۔ جس کے بعد مکرم داؤد احمد صاحب مربی سلسلہ نے ’’خلافت کی اہمیت و برکات‘‘ پر تقریر کی۔ اس سیشن کی آخری تقریر مکرم داؤد احمد ملک صاحب نیشنل صدر جماعت کوریا نے ’’سیرت حضرت مسیح موعودؑ‘‘ کے موضوع پر کی۔

نماز مغرب وعشاء اور کھانے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطبہ جمعہ ایم ٹی اے کے ذریعہ براہ راست سنا گیا۔

خطبہ جمعہ کے بعد حسب روایت علمی مقابلہ جات ہوئے جس میں تلاوت، نظم اور تقریری مقابلے ہوئے۔

دوسرے دن کا آغاز نماز تہجد سے ہوا جس کے بعد درس حدیث ہوا۔ نماز فجر کے بعد درس قرآن کریم ہوا۔

دوسرے دن کے پہلے اجلاس کا آغاز دوپہر گیارہ بجے ہوا۔ تلاوت و نظم کے بعد سب سے پہلے خاکسار نے ’’قیام نماز کی اہمیت‘‘، مکرم خالد محمود ناصر صاحب صدر جماعت احمدیہ سیول نے ’’صحابہ رسولؐ کی بے مثال قربانیاں اور آخر پر مکرم داؤد احمد صاحب ظفر مربی سلسلہ نے ’’مسیح موعود کا عشق رسول‘‘ کے عناوین پر تقاریر کیں۔

نماز ظہر وعصر کے بعد علمی مقابلہ جات میں پوزیشن لینے والے احباب میں انعامات تقسیم کئے گئے اور جلسہ کے بعض منتظمین و کارکنان کی حوصلہ افزائی کے لئے بھی انعامات تقسیم کئے گئے۔

اختتامی اجلاس کی کارروائی تلاوت و نظم سے شروع ہوئی جس کے بعد مکرم نیشنل صدر صاحب نے توحید باری تعالیٰ کے موضوع پر تقریر کی اور آخر پر دعا کروائی۔ جس کے ساتھ ہی جلسہ کی کارروائی اختتام کو پہنچی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ جلسہ اپنے خاص فضل سے جماعت احمدیہ عالمگیر اور جماعت جنوبی کوریا کے لئے بابرکت ہو اور جماعت کے احباب دین و دنیا میں سرخرو ہوں۔

(الفضل انٹرنیشنل 11 دسمبر 2009ء)

تبصرہ

مجموعہ کلام نامۂ عشق

نام کتاب: ’’نامۂ عشق‘‘
شاعر: محمد اقبال رانجھا
کل صفحات: 231
بلیک ایرو پرنٹرز لاہور

محمد اقبال رانجھا پرانے اور منجھے ہوئے شاعر ہیں۔ ان کا کلام گاہے بگاہے مختلف رسالوں میں شائع ہوتا رہتا ہے۔ ان کی اس سے قبل 4 کتابیں ’’جرسِ رحیل کارواں‘‘ ’’سازہستی‘‘ ’’حضور یاد میں‘‘ اور ’’تصویرفغاں‘‘ شائع ہو چکی ہیں۔

زیرتبصرہ کتاب ’’نامۂ عشق‘‘ تقریباً 177 غزلیات اور نظموں پر مشتمل ہے۔ عام فہم، سادہ زبان میں مختلف موضوعات پر آپ نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ اپنا مافی الضمیر بیان کیا ہے۔ ان کی شاعری میں جہاں ایک طرف روایت کی پاسداری ملتی ہے وہیں انہوں نے انسانی جذبوں کی سچی تصویر کشی بھی کی ہے۔ عمدہ کاغذ اور خوبصورت سرِ ورق کے ساتھ یہ کتاب امید ہے کہ قارئین کو پسند آئے گی۔

ان کے کلام سے نمونہ کے چند اشعار

جب ازل سے کن کا ورد کیا
سویا ہوا عالم جاگ اٹھا

حسن اس درجہ پارسا نکلا
جلوہ جلوہ خدا نما نکلا

اک داغ ہے سینے کا نکھرا بھی نہیں ہوتا
وہ رنگ ہے زخموں کا پھیکا بھی نہیں ہوتا

آنا محفل میں ترا ناز، ادا سے ڈھب سے
خود بخود جیسے مرا درد دوا ہو جانا

کبھی آغاز بھی انجام ہوتا ہے کہانی کا
ارے نادان پیچھا چھوڑ دے اب بدگمانی کا

ہم اقبالؔ جہاں بھی ہوں گے
ہر دل اپنا مسکن ہو گا

یہ زمیں اچھی لگی یہ آسماں اچھا لگا
پا کے تجھ کو مہرباں سارا جہاں اچھا لگا

حائل ہے سرِ راہ جو دیوار گھٹن کی
اس روک میں اک راہ بنانے کے لئے آ

شوخ چنچل نکھار سا کچھ ہے
آج موسم بہار سا کچھ ہے

انتہا پائی نہ حسن یار کی
سارے مفروضوں مثالوں تک گئے

(ع۔ قریشی)

پبلشر و پرنٹر: طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ ۔ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ۔ مقام اشاعت: دارالنصر غربی چناب نگر (ربوہ) ۔ قیمت 5 روپے

ا۔ باسط

حضرت مسیح موعود کے وفادار رفیق اور میرے والد

حضرت چوہدری علی محمد صاحب بی اے بی ٹی

قرآن پاک کی سورۃ النور کی آیت 39,38 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

’’ایسے عظیم مرد، جنہیں نہ کوئی تجارت اور نہ کوئی خرید وفروخت، اللہ کے ذکر سے، یا نماز کے قیام سے اور یا زکوٰۃ کی ادائیگی سے غافل کرتی ہے۔ اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن دل (خوف) سے الٹ پلٹ ہو رہے ہوں گے اور آنکھیں بھی۔‘‘

اس آیت اور اذکروا موتاکم کے تحت آج جس پاک گروہ کے اس رفیق کا میں نے ذکر کرنا ہے وہ بلاشبہ احمدیت کے ہراول دستے میں سے ایک تھے۔ اپنے والد صاحب حضرت چوہدری علی محمد صاحب بی اے بی ٹی مرحوم کی سیرت کے واقعات میں سے ایک ورق لکھنے کی کچھ وجوہات ہیں۔ اول یہ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ 17/ اکتوبر 2003ء میں ارشاد فرمایا کہ ’’حضرت مسیح موعود کی اس پیاری جماعت میں ہزاروں بلکہ لاکھوں نمونے بکھرے پڑے ہیں، جنہوں نے اپنی وفاؤں، اخلاص اور قربانیوں کے اعلیٰ معیار قائم کئے۔ یہ لوگ خاموشی سے آئے اور محبت وتعلق، وفا اور اطاعت کی مثالیں قائم کرکے خاموشی سے چلے گئے۔ ایسے مخلصین اور فدائین کی اولادوں کو چاہئے کہ وہ اپنے بزرگوں کے واقعات قلمبند کروائیں اور اپنی نسلوں کو بھی بتاتے رہیں کہ ہمارے بزرگوں نے یہ مثالیں قائم کی ہیں اور ہم نے ان کو جاری رکھنا ہے۔‘‘ دوسری وجہ یہ ہے کہ ان واقعات کا تذکرہ قارئین کے لئے ازدیاد ایمان کا موجب ہو کہ میرے ابا کی مغفرت کی دعا کے بعد، یہ میری طرف سے ان کی آخری خدمت ہے۔ اے اللہ قبول فرمانا۔ آمین

حضرت مسیح موعود کے رفقاء میں سے ہر ایک شمع احمدیت کا پروانہ تھا۔ انہوں نے اپنے آپ کو بے جان لاشے کی طرح، مسیح پاک کے قدموں میں ڈالا تھا۔ بہت سے احباب اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے۔ اگر اس وقت وہ گورنمنٹ سروس میں ہوتے تو ایک اعلیٰ دنیاوی مقام حاصل کر سکتے تھے مگر وہ عملی قربانیاں دیتے ہوئے، دین کو دنیا پر فوقیت دے کر آنے والی نسلوں کے لئے ایک مثال قائم کر گئے۔ ان کے وجودوں میں مسیح پاک کی مسیحائی کی جھلک دکھائی دیتی تھی۔ یہ تبدیلی جوان کے اندر پیدا ہوئی تھی۔ یہ اعجاز تھا اس کا، جو دلوں کی زمین میں محبت کا بیج بونے آیا تھا۔ ان کے بارے میں حضور فرماتے ہیں کہ

’’میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ کم از کم ایک لاکھ آدمی میری جماعت میں سے ایسے ہیں جو سچے ہیں جو سچے دل سے میرے پر ایمان لائے۔ یہ میری باتیں سنتے وقت ایسے روتے ہیں کہ ان کے گریبان تر ہو جاتے ہیں۔ ....ان کے چہرے پر.......... کے اعتقاد اور صلاحیت کا نور پاتا ہوں۔‘‘

حضرت چوہدری علی محمد صاحب بی اے بی ٹی ایک ایسے روشن چراغ تھے جو چراغ حق سے روشن ہوئے تھے۔ وہ رفیق ہونے کے علاوہ ایک تعلیم یافتہ استاد بھی تھے۔ جن کے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث، حضرت سیدہ چھوٹی آپا صاحبہ اور حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ سے لے کر لاکھوں شاگرد جماعت میں پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ قادیان میں سب سے پہلے 1920ء میں آپ نے بی ٹی کی ڈگری حاصل کی تھی۔ جس کی وجہ سے آپ جماعت میں بی ٹی کے نام سے مشہور ہو گئے۔ قادیان سے لے کر ربوہ تک، علم کے جو گُہر ان کے قلم نے بکھیرے تھے، اس کی نظر نظر معترف ہے۔ دین کی اشاعت کی خاطر آپ نے اپنی زندگی وقف کر دی تھی۔ 1913ء سے 1974ء تک آپ نے صدر انجمن احمدیہ کی خدمت کی۔ حضرت ابا جی بہت محبت اور عقیدت کے ساتھ اپنی بیعت کا ذکر فرماتے اور اس منظر کی تصویر کشی کرتے ہوئے آبدیدہ ہو جاتے تھے۔ میں اپنے ابا جی کی بیعت کا واقعہ اور ان کے حالات زندگی ان کی اپنی زبان میں پیش کرتی ہوں۔ فرماتے تھے۔

خودنوشت حالات

’’یہ اللہ کا خاص فضل تھا کہ انیسویں صدی میں جب پنجاب میں ابھی مہاراجہ رنجیت سنگھ کی عملداری تھی۔ ہمارے خاندان میں شمع علم روشن تھی۔ میری تاریخ پیدائش 1892ء کی ہے۔ میرا آبائی وطن لدھیانہ کا ایک گاؤں ہٹھور نامی تھا۔ ہم تین بھائی اور ایک بہن تھے۔ 1899ء میں بڑے بھائی صاحب حضرت چوہدری نعمت اللہ گوہر صاحب نے مجھے مقامی سکول میں داخل کروا دیا۔ 1900ء میں جماعت دوئم میں ترقی پا گیا۔ 1903ء میں میں تیسری جماعت میں داخل ہوا۔ 1905ء میں پرائمری سکول کا امتحان پاس کیا۔ 1904ء میں ضلع لدھیانہ میں طاعون کا مرض شدت اختیار کر گیا تھا۔ روزانہ اندازاً 25,24 افراد کی ہلاکت ہو رہی تھی۔ یہ کہانی عجیب اور بیان کرنے کے قابل ہے، ہمارے گھر میں میں خود اور چھوٹے بھائی حضرت عطاء محمد صاحب یکے بعد دیگرے پلیگ سے بیمار ہوئے۔ مگر یہ درجہ، دوئم کی پلیگ تھی اور مجھے بخار بھی ہو گیا تھا تو ہماری والدہ صاحبہ نے ’جو بالکل تندرست تھیں‘ بڑے الحاح سے دعا مانگی کہ اے اللہ! میرے بیٹوں کو تندرستی عطا فرما دے اور ان کے بجائے مجھے لے لے۔ یہ دعا قبول ہو گئی۔ وہ بیمار ہو گئیں اور ان کی بیماری بڑھتی چلی گئی اور اسی نسبت سے میری اور برادرم عطاء محمد صاحب کی بیماری کم ہونا شروع ہو گئی۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کو پیاری ہو گئیں اور ہم دونوں بھائی خدا کے فضل سے صحتیاب ہو گئے۔

1906ء میں میں نے مڈل سکول جگراؤں میں داخلہ لیا۔ جماعت ششم کا سالانہ امتحان ہوا تو میں اپنی جماعت میں تمام مضامین میں اول آیا۔ انگریزی، فارسی، اردو اور حساب میں مبلغ سات روپے انعام حاصل کیا۔ یہ انعام محترم لالہ کرنا رام صاحب ہیڈ ماسٹر نے انسپکٹر مدارس کے سکول معائینے کے وقت انہی کے ہاتھ سے مجھے دلوایا۔ انسپکٹر صاحب نے مجھ سے سوال کیا کہ ان روپوں کا کیا کرو گے؟ ہیڈ ماسٹر صاحب نے فرمایا کہ کہو کہ کتابیں خریدوں گا اور میں نے ان کو یہی جواب دیا۔

تحریک احمدیت کا چرچا 25,20 سال سے ملک ہندوستان اور پنجاب میں ہو رہا تھا مگر واہ سرزمین لدھیانہ! مہدیٔ دوراں جس کا صدیوں سے انتظار ہو رہا تھا وہ تیرے پاس کے ضلع میں ظاہر ہوا اور تجھے خبر بھی نہ ہوئی۔ اگرچہ شہر لدھیانہ کو یہ فخر حاصل ہوا کہ سب سے پہلی بیعت جو حکم خدا سے امام آخر الزماں نے لی وہ شہر لدھیانہ میں ہی لی گئی۔

1905ء میں جب بڑے بھائی صاحب چوہدری نعمت اللہ گوہر، ریاست پٹیالہ میں محکمہ بندوبست اراضی میں ملازم تھے ان کو بعض ایسے احباب سے ملنے کا شرف حاصل ہوا۔ جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے واقف تھے اور احمدیت سے دلچسپی رکھتے تھے۔ یہاں ان کو بعض کتب احمدیت دیکھنے کا موقع ملا۔ عشق کی چنگاری جو مدتوں سے دبی پڑی تھی آہستہ آہستہ سلگنے لگی اور دل میں قادیان کو دیکھنے کی امنگ پیدا ہوئی۔ 1906ء میں وہ اپنی اہلیہ صاحبہ کے ساتھ قادیان آئے، دل نے گواہی دی کہ حضور ضرور راست باز ہیں۔ فوراً دونوں میاں بیوی بیعت سے مشرف ہوئے۔ واپس آ کر انہوں نے میرے سے احمدیت کا ذکر کیا اور بیعت کرنے کا کہا۔ بڑے بھائی بمنزلہ والد کے تھے۔ میں نے آمنا و صدقنا کہا۔

چنانچہ 1906ء میں فوراً میری اور برادرم چوہدری عطاء محمد صاحب کی تحریری بیعت کا خط لکھ دیا گیا۔ جس کا الحمدللہ جواب بھی آ گیا 1907ء میں میں جب ساتویں کلاس میں پڑھتا تھا قادیان پڑھنے کے لئے چلا گیا۔ 23/ اگست 1907ء کو قادیان پہنچا۔ غسل کرکے، لباس تبدیل کرکے عصر کی نماز سے پہلے بیت مبارک جا پہنچا۔ اس زمانے میں بیت مبارک بہت چھوٹی ہوتی تھی۔ جس میں ایک صف میں پانچ یا چھ آدمی مشکل سے کھڑے ہو سکتے تھے۔ اس وقت میری عمر 15 سال تھی۔ بیت میں میں نے پوچھا حضرت صاحب کون سے ہیں؟ مجھے بتایا گیا کہ حضرت صاحب ابھی تشریف نہیں لائے۔ اتنے میں حضرت مسیح موعود تشریف لے آئے۔ تھوڑی دیر جائے نماز پر تشریف فرما رہے۔ پھر فرمایا جو بیعت کرنے والے دوست ہیں وہ آگے تشریف لے آئیں۔ چنانچہ خاکسار حضور کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھ گیا۔ حضور کے دست مبارک میں میرا ہاتھ تھا۔ حضور نے بیعت کے الفاظ دہرائے۔ میں بھی ساتھ ساتھ دہراتا جاتا تھا۔ الفاظ بیعت عربی زبان میں تھے اور کچھ اردو میں تھے۔ گو مجھے عربی نہیں آتی تھی۔ مگر میں عربی الفاظ صحت کے ساتھ ادا کرتا چلا گیا یا دہراتا گیا۔ وہ ایک عجیب کیفیت تھی۔ جس کو الفاظ میں ادا نہیں کیا جا سکتا۔ بیعت کے بعد حضور نے دعا فرمائی۔ میرے ساتھ بیعت کرنے والے ایک دو آدمی اور بھی تھے مگر ان کے ہاتھ حضرت مسیح موعود کے ہاتھ اور میرے ہاتھ کے اوپر تھے۔ بیعت کے بعد 5 روپے اپنی طرف سے اور 5 روپے برادرم چوہدری نعمت اللہ گوہر صاحب کی طرف سے بطور نذرانہ پیش کئے۔ جو چاندی کے سکے تھے۔ ان 10 روپوں کے علاوہ جو مجھے بڑے بھائی صاحب نے دیئے تھے۔ میری جیب میں کچھ اور روپے بھی تھے جو ایک ہی جیب میں تھے۔ مجھے جیب سے روپے نکالنے میں کچھ دیر ہو گئی۔ حضور نماز کے انتظار میں کھڑے تھے اور میری جیب سے میرا ہاتھ جلد جلد نہیں نکلتا تھا۔ بڑی مشکل سے میں نے روپے نکالے اور حضور کی خدمت میں پیش کئے۔ اس کے بعد نماز شروع ہو گئی۔ حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب نے نماز پڑھائی۔ حضرت مسیح موعود مولوی صاحب کے داہنے ہاتھ کھڑے تھے۔ یہ 23/ اگست 1907ء کا دن تھا اور عصر کا وقت تھا اور میری زندگی کا سب سے خوبصورت اور مبارک دن۔

اگست 1907ء میں میں تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں باقاعدہ داخل ہو گیا اور بورڈنگ ہاؤس میں رہنے لگا۔ آٹھویں جماعت کے سالانہ امتحان میں تمام مضامین میں اول آیا اور وظیفہ حاصل کیا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب مجھ سے ایک سال آگے تھے۔ قادیان کے باہر دنیا ہی دنیا تھی اور قادیان میں صرف دین تھا۔ حضرت مسیح موعود ایک کھڑکی کے راستے، بیت مبارک میں نماز کے لئے تشریف لایا کرتے تھے۔ حضور جب بھی تشریف لاتے تو حاضرین میں سے جو لوگ کھڑکی کے پاس بیٹھے ہوتے وہ حضور سے مصافحہ کرتے اور حضور کے کپڑوں پر ہاتھ پھیر کر اپنے منہ پر مل لیتے اور ایسا ہی واپسی پر ہوتا۔ مجھے بھی ایسا کرنے کا موقع ملا۔ پھر حضور صبح کی سیر کو تشریف لے جاتے چونکہ یہی وقت مدرسہ کا بھی ہوتا تھا اس لئے طالب علموں کو اجازت نہ تھی مگر میں کبھی کبھی حضور کے ساتھ سیر میں شامل ہو جاتا تھا۔

ایک دن میں نے دیکھا کہ حضور ایک معزز مہمان کو الوداع کہہ کر تشریف لا رہے تھے۔ حضور شرعی پاجامہ یا شلوار اور دیسی جوتی پہنتے تھے۔ آپ کی پیشانی کشادہ، چہرہ خوبصورت اور پروقار تھا۔ ایک دن میں

ایک رقعہ دعا کے لئے دے کر آیا۔

26 مئی 1908ء میں جب حضرت مسیح موعود کی وفات ہوئی اور جنازہ قادیان پہنچا تو احباب قادیان نے جنازہ کو کندھا دیا خاکسار کو بھی یہ سعادت نصیب ہوئی۔ تدفین کی تمام کارروائی کا نظارہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ دل غم سے بھرا ہوا اور آنکھیں اشکبار تھیں۔

1909ء میں میں نویں کلاس میں پڑھتا تھا۔ حضرت مولوی محمد دین صاحب بی اے، جو تعلیم الاسلام ہائی سکول کے سیکنڈ ہیڈ ماسٹر صاحب تھے، سے بطور استاد خصوصیت سے فائدہ پہنچا۔ اس وقت کے پڑھے ہوئے، عربی کے اشعار مجھے اب تک یاد ہیں۔ شام کو حضرت خلیفہ اول قرآن کریم کا درس دیتے تھے۔ ملک نواب دین کنجاہی (برادر اکبر ملک غلام فرید صاحب ایم اے) میرے ہم جماعت اور دوست تھے۔ ہم رات کو زیادہ دیر تک پڑھنے کے قائل نہ تھے۔ اس لئے ہمارا تیل کا خرچ بہت کم ہوتا تھا۔ 1910ء میں تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کی بنیادیں کھودی گئیں اور حضرت خلیفہ اول نے اپنے دست مبارک سے سنگ بنیاد رکھا۔ جماعت کے احباب نے اپنی ایک ماہ کی تنخواہ بطور چندہ دی۔ 18 نومبر 1910ء کو حضرت خلیفہ اول گھوڑی سے گر گئے اور سر پر سخت چوٹ آئی۔ اس واقعہ سے حضرت مسیح موعود کا وہ الہام پورا ہو گیا کہ مولوی صاحب (خلیفہ اول) گھوڑی سے گر گئے ہیں۔

حضرت خلیفہ اول نے مئی 1908ء سے لے کر 13 مارچ 1914ء تک تین دفعہ قرآن کریم کا درس دیا۔ یعنی روزانہ بیت اقصیٰ قادیان میں شام کے وقت درس قرآن دیا کرتے تھے اور ہر دو سال کے بعد قرآن کریم ترجمہ ختم ہو جاتا تھا۔ خاکسار کو تین دفعہ دوران خلافت اور ایک دفعہ اس سے پہلے آپ سے قرآن کریم سننے کا موقع ملا۔ اس عرصے میں مجھے قرآن کریم سے خاص محبت ہو گئی اور آیتوں کی آیتیں یاد ہو گئیں۔ یہ مجھ پر حضرت خلیفہ اول کا احسان ہے جو میں کبھی نہیں بھول سکتا۔

ایک دن مجھے حضرت خلیفہ اول نے فرمایا کہ میاں! رات ہم نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے تم اپنے بڑے بھائی صاحب کو لکھ دو۔ میں نے عرض کیا بہت اچھا! میں لکھ دوں گا۔ فرمایا مجھے خواب میں کوئی کہتا ہے کہ نعمت اللہ گوہر سے کہہ دو کہ اگر اس نے بی اے کا امتحان پاس کرنا ہے تو ایف اے کا امتحان دے دے۔ اس وقت تک بھائی صاحب ایف اے کا امتحان نہیں دے سکے تھے۔ چنانچہ میں نے بھائی صاحب کو خلیفہ اول کا خواب لکھ دیا۔ برادرم نے امتحان دیا اور پھر بی اے کا امتحان دیا اور کامیاب ہوئے۔ خلیفہ اول اس وقت دنیا میں موجود نہ تھے مگر آپ کا ارشاد حرفاً حرفاً پورا ہو گیا اور ہم دونوں بھائی اس کے گواہ ہیں۔

مارچ 1911ء میں میں نے میٹرک کا امتحان دیا اور میں اکیلا فرسٹ ڈویژن میں کامیاب ہوا اپنی 24 لڑکوں کی جماعت میں سے۔

ستمبر 1911ء میں میں سنٹرل ٹریننگ کالج میں J.A.V کلاس میں داخل ہو گیا۔ 1913ء میں سنٹرل ٹریننگ کالج سے فارغ ہو کر تعلیم الاسلام ہائی سکول میں 37 روپے 8 آنے ماہوار پر ملازم ہو گیا۔

اس طرح میں اپنے ہی سکول میں جس کا میں طالب علم تھا، ملازمت پر لگ گیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد مجھے ٹیوٹر کی آسامی پر بھی لگا دیا گیا۔ میں سکول میں اپنے کام کے لحاظ سے ایک محنتی استاد سمجھا جاتا تھا۔ چھٹی، ساتویں اور آٹھویں جماعتوں کے مختلف مضامین میرے پاس تھے۔ کھیلوں میں بھی میں نمایاں حصہ لیتا تھا۔ سب میرا بہت ادب و احترام کیا کرتے تھے اور میں بھی سب طالب علموں سے بہت محبت کرتا تھا۔

1907ء سے لے کر 1945ء تک 38 سال کا عرصہ بنتا ہے۔ اس عرصے میں ہزاروں لڑکے سکول میں آئے اور چلے گئے۔ سکول کی کھیلوں کی نگرانی 1915ء سے لے کر 1945ء تک میرے ذمے رہی۔ اس لمبے عرصے میں میں نے ہمیشہ یہی کوشش کی کہ قوم کے نونہالوں کی جسمانی صحت اور نشوونما، جہاں تک میرے اختیار میں تھا، حصہ لوں اور ان کو چست و توانا نوجوان دیکھوں تا کہ جہاں دنیاوی طور پر وہ تنومند ہوں وہاں دین کے کاموں میں نمایاں قابل تعریف حصہ لے سکیں۔ میں خود ہاکی کا کھلاڑی تھا۔

سیالکوٹ میں ایک احمدی خاندانی بزرگ حافظ مولوی محمد فیض الدین صاحب امام بیت الذکر کبوتراں والی تھے۔ آپ کا خاندان ایک علمی خاندان تھا۔ 1904ء کی ان کی بیعت ہے۔ محترم چراغ دین صاحب سیالکوٹی جو آجکل سردار مصباح الدین کے نام سے مشہور ہیں مجھے اور عبدالرحمٰن صاحب آف کامٹی جو اس وقت احمدی تھے، حضرت مولوی کے پاس لے گئے۔ پھر ملک حسن محمد صاحب سمبڑیالوی کے ذریعے، حضرت خلیفہ اول سے ہمارے دونوں کے متعلق ان کی رائے پوچھی۔ حضرت خلیفہ اول نے اسی رقعے کے پیچھے لکھ دیا ''دونوں لڑکے متقی معلوم ہوتے ہیں۔ خوش شکل ہیں۔ مجھے عزیز ہیں۔ نورالدین''

چنانچہ 1913ء میں حضرت خلیفہ اول نے ہمارے دونوں کے نکاح حضرت مولوی فیض الدین صاحب کی صاحبزادیوں سے پڑھائے۔ 1915ء میں رخصتانہ عمل میں آیا۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب (نانا جان) بھی بارات میں شامل تھے۔

1915ء میں میں نے F.A کا امتحان دیا۔ جولائی 1916ء میں پہلے بیٹے عبدالسلام اختر پیدا ہوئے۔ 1918ء میں دوسرے بیٹے عبدالمنان کی پیدائش ہوئی۔ 1918ء میں ہی میں نے B.A کا امتحان دیا۔ پھر ستمبر 1919ء میں بی ٹی کے داخلے کے لئے پہنچا۔ دوسرے دن ڈاکٹر علامہ سر محمد اقبال کے مکان پر پہنچے جو حضرت مولوی صاحب کے پرانے شاگردوں میں سے تھے۔ ڈاکٹر صاحب بہت تعظیم و تکریم سے پیش آئے۔ 1920ء میں بی ٹی کا امتحان پاس کیا اور پھر بی ٹی صاحب کے نام سے مشہور ہوا۔ اکثر لوگ میرے اس نام کو زیادہ جانتے ہیں۔

جون 1913ء میں صدر انجمن احمدیہ کی ملازمت شروع کی۔ 1946ء میں ریٹائر ہوا۔ میں نے 34 سال کے عرصے کبھی درخواست نہیں کہ مجھے ترقی دی جائے یا میری تنخواہ بڑھائی جائے۔ 1940ء میں مجھے جامعہ احمدیہ میں تبدیل کر دیا گیا اور وہاں سے نظارت امور عامہ میں تبدیلی ہوئی۔

1920ء میں تقریباً 6 ماہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا پرائیویٹ سیکرٹری رہا۔ 1946ء میں تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کی ملازمت سے ریٹائر ہو گیا۔ پھر جامعہ احمدیہ میں انگریزی کا استاد مقرر کر دیا گیا۔ 1947ء تک اس درسگاہ میں کام کیا۔ پھر تقسیم ہند کا طوفان آ گیا۔ اس وقت میں ریویو آف ریلیجنز کا ایڈیٹر تھا۔ حالات کی وجہ سے یہ رسالہ بند ہو گیا۔ 1951ء میں پھر یہ دوبارہ ربوہ سے جاری ہوا تو اس کے ایڈیٹوریئل سٹاف میں 1974ء تک کام کیا۔

12/اپریل 1932ء میں میری اہلیہ محترمہ میمونہ بیگم صاحبہ کی اچانک وفات کے بعد، محترمہ حرمت بی بی صاحبہ جو ہمارے گھر میں ہی رہتی تھیں۔ انہوں نے میرے بچوں خاص طور پر عزیزی منصور احمد جو بمشکل آٹھ ماہ کا تھا کی، بے لاگ خدمت کی۔ اللہ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے۔ آمین جولائی 1932ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے میرا نکاح ثانی میری غیر موجودگی میں سیدہ رشیدہ بیگم صاحبہ سے پڑھا۔ 23 دسمبر 1932ء کو رخصتانہ ہوا۔ میں اپنے خسر سید عبدالمجید صاحب آف منصوری کا بہت ممنون ہوں کہ انہوں نے اپنی لخت جگر کو جو صرف 18 سال کی تھیں، پانچ بچوں پر میرے نکاح میں دے دیا۔ وہ اٹھارہ سالہ نوجوان بیوی بھی صد تعریف کے قابل ہے جس نے میرے پہلے پانچ بچوں کے ساتھ، اپنے بچوں جیسا سلوک کیا۔ خصوصاً چھوٹی بچی عزیزہ امۃ الحمید جو سات سال کی تھی۔ اس کو ہمیشہ اپنی بیٹی سمجھا۔ یہ جذبات محبت خود اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں پیدا کر دیئے تھے۔ محلّہ کی خواتین کہتی تھیں کہ ''رشیداں بیگم تسی تے سگے، سوتیلے دے رشتے دی اک مثال قائم کر دیتی اے'' عزیزہ امۃ الحمید نے بھی ان کو ہمیشہ اماں کہا اور اماں ہی سمجھا لنڈن عزیزم منصور احمد کہا کرتے تھے کہ ''ہماری ان والدہ نے اپنے بچے کے منہ کا نوالہ میرے منہ میں ڈالا ہوا ہے۔ انہوں نے سوتیلے بچوں کے ساتھ جو سلوک کیا اگر میں چاہوں تو اس موضوع پر ایک کتاب لکھی جا سکتی ہے''۔ محلے کی خواتین اس کی گواہ ہیں۔ میں اپنی اولاد کی طرف سے بالکل مطمئن تھا اور اللہ تعالیٰ کا شکر گزار تھا کہ اس نے کیا ہی اچھا انتظام کر دیا۔ نہ صرف انہوں نے سوت کی اولاد سے حسن سلوک کیا بلکہ سوت کی بہن کی اولاد کے ساتھ بھی ساری زندگی نیک سلوک روا رکھا۔ یہ نہایت مشکل اور تقریباً محال امر ہے۔ مگر سیدہ رشیدہ بیگم صاحبہ، قابل تعریف ہیں۔ یہ ان کی ذاتی خوبی اور خاندانی تربیت تھی۔ میرے 10 بیٹوں اور 3 بیٹیوں میں جو باہمی محبت پائی جاتی ہے وہ مثال ہے''۔

اعلیٰ اخلاق

اب میں اپنی طرف سے اپنے ابا کے لئے کچھ لکھنا چاہوں گی، میرے پیارے ابا کی ساری زندگی صبر و رضا، قناعت اور اطاعت کا ایک مکمل نمونہ رہی۔ جن کی تمام کاوشوں اور جدوجہد کا دائرہ خدا اور اس کے دین پر محیط رہا۔ جو تمام عمر شکر کی ایک زندہ مثال رہے اور کبھی اس وسیع اراضی اور جائیداد کا ذکر نہ کیا جو وہ احمدیت کی خاطر چھوڑ آئے تھے۔ اپنی ساری زمین کی تینوں بھائیوں نے پرواہ نہ کی اور حضرت مسیح موعود کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

مثال صبر و رضا غموں میں، خوشی میں شکرِ خدا کا شیوا
دِکھا گئے اپنے ہر عمل میں نبی کی سنت علی محمد

ہم نے ہمیشہ ان میں خدمت دین کی لگن دیکھی۔ اس زمانے میں جو تعلیم آپ کے پاس تھی، اس وقت اگر وہ کسی گورنمنٹ سروس کی Job کرتے تو دنیاوی لحاظ سے عروج پر پہنچ سکتے تھے۔ مگر انہیں دنیا کی تو پرواہ ہی نہ تھی۔ ہم نے کبھی ان کی زبان سے سخت الفاظ، گالی یا دوسروں کے لئے گلہ یا شکوہ نہیں سنا۔ میرے بڑے بھائی نسیم احمد سے کہتے کہ ''خدا تعالیٰ نے ہمارے لئے جو انعام رکھے ہوئے ہیں۔ تم ان کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ یہ وقتی تکالیف ان عنایات کے سامنے ہیچ ہیں۔ جو خدا نے اس جماعت کا مقدر کر رکھی ہیں۔''

1947ء میں کراچی ایک ایسا شہر تھا۔ جو تمام مہاجرین کی نگاہوں کا مرکز تھا۔ ہجرت کے وقت قادیان سے آپ جب کراچی پہنچے تو ابا جی کو سندھ سیکرٹریٹ میں ملازمت مل گئی۔ مکرم چوہدری شاہنواز صاحب، جن کے پاس کاروں کی ایجنسی تھی۔ وہ میرے ابا کے قابل شاگرد تھے۔ انہوں نے ابا جی سے کہا ''بی ٹی صاحب! آپ میرے شوروم کے آفس میں کام کریں''۔ جس پر والد صاحب نے فرمایا ''جزاک اللہ! شاہ نواز! میں تمام عمر تعلیم کے شعبے میں کام کرتا رہا ہوں اور مجھے کاروں کی خرید و فروخت کا کوئی تجربہ نہیں''، جس پر چوہدری صاحب نے اصرار سے فرمایا ''بی ٹی صاحب! کام کا تو بہانہ ہے۔ مجھے تو آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔ آپ میرے ساتھ دفتر میں تشریف فرما ہوں اور آفس کی عمومی نگرانی فرمائیں''۔ الغرض سندھ سیکرٹریٹ کی ملازمت چھوڑ کر آپ ''شاہنواز لمیٹڈ'' چلے آئے۔ صبح دفتر کی کار ان کو گھر سے لینے اور شام کو چھوڑنے آتی۔ تنخواہ میں بھی اضافہ ہوا۔ یہ چوہدری صاحب کی اعلیٰ ظرفی اور اپنے استاد سے عقیدت کی ایک تابناک مثال ہے۔

مگر والد صاحب کی اندرونی بے چینی ہنوز قائم تھی۔ جو بچوں کی سمجھ سے بالا تھی۔ اس وقت خدا کے فضل سے پنجاب میں ایک قطعہ زمین حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی دعاؤں سے جماعت کو مل گیا۔ حضور بھی

یہاں تشریف لے گئے اور وہ بنجر زمین جو صدیوں سے خشک تھی۔ اس مبارک وجود کے قدم رکھتے ہی چلا اٹھی۔

اے اللہ! خبر کیا تھی کہ تیرا بندہ پسر موعود تشریف لائے گا خبر ہوتی تو میں شبنم کے قطرے جمع کر لیتی۔

پھر اس کی دعا سنی گئی، اور وہ سرزمین جسے اب ساری دنیا ''ربوہ'' کے نام سے جانتی ہے حضور کے پاؤں رکھتے ہی سیراب ہوگئی۔ کچھ عرصے بعد ہی، میرے والد صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی طرف سے وہ پیغام ملا۔ جس نے ابا جی کی زندگی میں نئی روح پھونک دی اور تمام بے چینی، افسردگی دور ہو گئی۔ پیغام یہ تھا ''بی ٹی صاحب! ربوہ معرض وجود میں آچکا ہے۔ محمود یہاں ہو اور علی محمد وہاں (کراچی میں) اس پیغام کے ملتے ہی چند گھنٹوں کے اندر 'علی محمد' مع اہل و عیال عازم ربوہ ہوا۔ کراچی کی تمام رونقیں، دیگر آسائشیں اور ملازمت اس کی راہ میں حائل نہ ہوئیں اور وہ حضور کے دربار میں حاضر ہو گئے۔ خلیفہ وقت سے محبت اور عقیدت اور شادمانی جو انہیں اس ملاقات میں میسر آئی قلمبند نہیں کی جاسکتی اور میرے ابا جی اپنے عمل سے اطاعت کا نمونہ چھوڑ گئے۔

سادگی

میرے پیارے ابا میں بہت سی خوبیاں تھیں مگر ایک خوبی جس کے بغیر، ان کی شخصیت کا تذکرہ ادھورا محسوس ہوتا ہے وہ ہے ان کی سادگی۔ یہ سادگی ان کی طبیعت کا ایک حصہ تھی۔ وہ اتنے سادہ، صاف دل اور صاف طبیعت کے تھے کہ چالاکی، دنیاداری اور بناوٹ وظاہرداری ان کے قریب بھی نہ پھٹکنے پاتی تھی۔ ان کی پاک صاف زبان، ان کے صاف دل کی پَرتو تھی۔ ان کے سادہ ذہن کی آئینہ دار تھی لباس کے معاملے میں بھی اتنے سادہ تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں اپنی ذات کے لئے کچھ خواہش نہیں رکھتا۔ بس میری خواہش ہے کہ میری تمام اولاد، دیندار ہو اور جماعت کی وفادار ہو۔

قیام ربوہ کے دوران، میرے تایا زاد بھائی جان عبدالرحمٰن شاکر صاحب ایک گولبازار ربوہ میں پھر رہے تھے کہ ایک کار میں سے ایک صاحب نکلے اور ان کو کہنے لگے کہ مجھے چوہدری علی محمد صاحب بی اے بی ٹی سے ملنا ہے۔ بھائی جان عبدالرحمٰن شاکر صاحب ان کو ہمارے گھر لے آئے۔ یہ انیسویں یا بیسویں گریڈ کے آفیسر افضل حسین صاحب تھے۔ جو Pakistan Red Cross Society میں جنرل مینیجر تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں اپنے دفتر میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک میرے دل میں خیال آیا کہ میرے استاد محترم کا کیا حال ہے۔ ان کے پاس کوٹ بھی ہے یا نہیں۔ چنانچہ ایک بہت خوبصورت لفافے میں لپیٹ کر ایک کوٹ میرے ابا جی کو انہوں نے بہت عزت کے ساتھ پیش کیا۔ پرانے زمانے میں لوگ استادوں کی ایسے عزت کرتے تھے۔ دوران ملاقات وہ میرے ابا کے سامنے، کرسی پر نہیں بیٹھے۔ یہ واقعہ سناتے وقت محترم بھائی جان نسیم احمد پاشا جرمنی آبدیدہ ہو گئے۔ ماہ مئی 1974ء میں میرے انگلینڈ میں رہائش پذیر بھائیوں نے ان کو انگلستان بلایا۔ سب بھائیوں، بھابیوں اور بچوں کی شدید خواہش تھی کہ ابا جی کچھ عرصے کے لئے ان کے گھروں میں بھی آئیں سیٹ بک ہو چکی تھی اور ویزہ مل چکا تھا۔ لیکن باوجود ان سب چیزوں کے ابا جی کچھ متذبذب تھے کہ جب تک استخارہ نہ کرلوں کوئی فیصلہ نہیں کرسکتا۔ چنانچہ استخارہ کے بعد جو خواب دیکھا تو اس میں انہیں دکھایا گیا کہ جیسے وہ واہگہ بارڈر پر ہیں اور ایک سپاہی انہیں کہتا ہے کہ ``You should not cross the border`` یعنی (آپ کو بارڈر کراس نہیں کرنا چاہئے۔)

اسی ماہ 1974ء کے آخری دنوں میں جماعت پر ایک انتہائی مشکل وقت آپڑا جس سے جماعت کا ہر فرد واقف ہے میرے ابا جی نے لنڈن جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور فرمایا ''میری جماعت اتنی مشکل اور تکلیف میں ہے میرا دل نہیں چاہتا کہ ایسے حالات میں ولائت کی سیر کرتا پھروں'' اور جانے سے صاف انکار کر دیا۔

مارچ 1977ء کی بات ہے کہ جب ابا جی نے خواہش کی کہ وہ 1977ء کے جلسہ سالانہ سے قبل اپنی کتاب In The Company of the Promised Messiah چھپوانا چاہتے ہیں۔ عمر کے آخری حصہ میں ان کا شوق قابل دید تھا انہوں نے اپنی یہ کتاب مکمل کی جو کہ بہت مقبول ہوئی۔ میں نے جب سے ہوش سنبھالا میں نے ان کو بیت مبارک جو کہ ہمارے گھر سے کافی فاصلے پر تھی، نماز جمعہ کے لئے جاتے دیکھا۔ واپس آکر خطبے کا خلاصہ بتاتے۔ تمام زندگی درس و تدریس میں گزری۔ کچھ عرصہ ''جامعہ نصرت کالج ربوہ'' میں بھی پڑھاتے رہے۔ آخری دم تک ان کے ہاتھ میں قلم رہا۔

قلم نے ان کے گہر بکھیرے نظر نظر معترف ہے جن کی
اشاعتِ دینِ حق کی خاطر تھے وقف خدمت علی محمد

ہمارے ابا اعلیٰ پائے کے استاد اور ہونہار شاگرد تھے۔ یہ ہماری سب بہن بھائیوں کی خوش نصیبی ہے کہ ہم اس باپ کی اولاد ہیں جن کا ہاتھ بیعت کے وقت حضرت مسیح موعود کے ہاتھ میں تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ ایک مدت گزر جانے کے باوجود حضور اقدس کے مطہر اور بابرکت ہاتھوں کی خوشبو میری رَگ رَگ میں سمائی ہوئی ہے۔

وفات سے تین یا چار دن قبل میں نے اپنے پیارے ابا سے کہا کہ ابا! آپ کی کوٹ کی جیب میں جلسہ سالانہ 1978ء (جو کہ آپ کی زندگی کا آخری جلسہ تھا) کا سٹیج ٹکٹ ہے۔ مجھے کہا کہ ''ہاں! اس کو سنبھال کر رکھو۔ یہ ریکارڈ رہے گا اور جب میرے حالات لکھے جائیں گے (الحمدللہ! جس کی سعادت! خدا نے خاکسارہ جو آپ کی سب سے چھوٹی بیٹی ہے کو دی) تو اس میں یہ آئے گا کہ ہر سال رفیق حضرت مسیح موعود ہونے کی وجہ سے مجھے سٹیج ٹکٹ ملا کرتا تھا۔ یہ الفاظ بہت عاجزی سے اور اظہار تشکر کے طور پر کہے۔ میں نے غم زدہ اور رندھی ہوئی آواز میں کہا کہ ابا! انشاء اللہ اگلے سال بھی آپ کو یہ ٹکٹ ضرور ملے گا۔ مگر قدرت کو معلوم تھا کہ یہ آخری ٹکٹ ہے۔ نظر کی کمزوری، چلنے پھرنے میں دشواری اور وقتاً فوقتاً سر کے چکروں نے آپ کو نڈھال کر دیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود ایک اور کتاب لکھنا چاہتے تھے۔ مگر مشیت الٰہی غالب آچکی تھی۔ وفات کے وقت چار بیٹوں کے علاوہ جو اس وقت انگلینڈ میں تھے، ہم بہن بھائی اور جو بچے سرہانے کھڑے تھے انہیں دیکھ کر خوش ہوئے اور فرمایا کہ ''جنتیوں کو نوجوان خادم مہیا کئے جائیں گے۔''

آپ کی زبان پر آخری الفاظ پاک کلمات تھے اور میرے پیارے ابا بالآخر 14 جنوری 1979ء کو صبح پونے تین بجے اپنے پیارے اللہ کے حضور حاضر ہو گئے۔

مرنے والے چل دیئے زندوں کی سرور کچھ نہ پوچھو
ہوں خدا کی رحمتیں تربت پر تیری صبح و شام

معزز قارئین! آخر میں بس یہی لکھوں گی کہ یہ وہ لوگ تھے جن کی زندگیوں کا مقصد خدا کی رضا، اس کے رسول سے عشق اور قرآن سے محبت تھا۔ یہ وہ خوش نصیب افراد تھے جنہیں خدائے دو جہاں نے مسیح پاک کے انصار و عوان کے طور پر چنا تھا۔ انہیں چشم گریاں اور سینہ بریاں نصیب تھا۔ یہ لوگ خدا کے حضور سجدہ ریزہ ہوتے تو سجدہ گاہ آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ ان کے دم قدم سے عشق کے بازار میں گرمی تھی۔

اے شمع احمدیت کے پروانو! جتنے پروانے (رفقاء) تھے ان میں سے اب کوئی بھی زندہ نہیں۔ آسمان احمدیت کے یہ ستارے ایک ایک کر کے افق دنیا سے غروب ہو چکے ہیں اور آج ہم جو احمدیت کی صبح فجر دیکھ رہے ہیں۔ یہ ان تمام رفقاء اور مخلصین جماعت کی قربانیوں کا ثمرہ ہے ؏

خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

معزز قارئین! حضرت مسیح موعود کے مبارک ہاتھوں میں جنہوں نے ہاتھ دیئے تھے وہ گزر گئے۔ احمدیت کی امانت اب ہمارے ہاتھوں میں منتقل ہو رہی ہے۔ ہمیں آگے بڑھنا ہے۔ ان مخلصین جماعت کو خراج تحسین تو یہ ہے کہ احمدیت میں پھر نورالدین، صاحبزادہ عبداللطیف شہید، شیر علی، منشی اروڑے خان، جیسے جاں نثار چلتے پھرتے نظر آئیں۔

ضرورت ہے اس امر کی ہمارے اندر نورالدین جیسی اطاعت ہو تو صاحبزادہ عبداللطیف شہید جیسی جاں نثاری، اگر امیر ہو تو نواب محمد علی خان جیسی انکساری بھی ہو۔ اگر صاحب علم ہو تو حضرت مولوی شیر علی صاحب جیسا فقر بھی ہو۔ حافظ معین الدین صاحب جیسی جرأت و فدائیت ہو تو بھائی عبدالرحمٰن قادیانی جیسی استقامت بھی ہو اور حضرت مولوی محمد دین صاحب جیسے اعلیٰ پائے کے شفیق استاد ہوں تو حضرت چوہدری علی محمد صاحب بی اے بی ٹی جیسے فرمانبردار، شریف النفس اور ہونہار شاگرد بھی ہوں۔

مکرم میر غلام احمد نسیم صاحب

مکرم میاں فرمان علی صاحب، خادم بیت الذکر احمد نگر

روزنامہ الفضل 13 جولائی 2007ء میں فرمان علی صاحب احمد نگر کے انتقال کی خبر پڑھنے پر بہت سی یادیں تازہ ہوگئیں۔ ان سب کا ذکر تو ممکن نہیں۔ لیکن ایک بات جس کا ذکر اس غرض سے کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شاید اس سے احمدی احباب فائدہ اٹھا سکیں۔

ایک مرتبہ انہوں نے جماعت احمدیہ موضع ''مہریاں'' تحصیل راجوری، جموں و کشمیر، کیسے قائم ہوئی کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ 1939ء کے جوبلی کے جلسہ پر جانے کی تیاری کرتے ہوئے ''مہریاں'' کے گاؤں کے ایک شناسا شخص جو بعد میں فضل احمد کے نام سے متعارف ہوئے کو کہا کہ جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ پر میرے ساتھ قادیان چلیں۔ کچھ سوچ و بچار کے بعد وہ ساتھ چلنے کیلئے تیار ہو گئے۔ ہم دونوں نے اس زمانہ کے سفری حالات کے مطابق سفر کیا جو کچھ پیدل کچھ بذریعہ بس اور کچھ بذریعہ ریل گاڑی تھا اور کئی دنوں کا تھا۔ بالآخر قادیان پہنچے۔ جلسہ شروع ہوا۔ مختلف تقاریر ہوئیں۔ فضل احمد صاحب ان کو بڑے غور اور انہماک سے سنتے رہے۔ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب کی تقریر ''حقوق نسواں'' کے موضوع پر سن کر بہت متاثر ہوئے۔ جلسہ کے اختتام پر واپس جانے کی تیاری ہوئی تو کہنے لگے میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔ وجہ دریافت کرنے پر کہا کہ ''حقوق نسواں'' کی پُر معارف تقریر سننے سے اندازہ ہوا ہے کہ ہم قرآنی تعلیمات کے مطابق اپنے زندگی کے ساتھی سے سلوک نہیں کرتے اور ''خاص طور پر میں تو اس پر عمل پیرا نہیں رہا''۔ تم جاؤ اور میری اہلیہ سے کہو کہ وہ میری کوتاہیوں کو معاف کرے اور اس کی اطلاع مجھے بذریعہ خط بھجوائے معافی کی اطلاع ملنے پر واپسی ہوگی''۔ اور کہ میں نے بیعت کر لی ہے اور میں اب احمدی ہوں اس لئے یہ بھی اسے بتادو۔ اس دوران میں قادیان میں قیام کر کے مزید تربیت اور علم حاصل کرتا رہوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور رفیقہ حیات سے کوتاہیوں کی معافی کی اطلاع ملنے پر واپس راجوری اپنے گاؤں آئے۔ واپسی پر اپنے گاؤں میں جلسہ کی تقریروں کا برابر ذکر کرتے رہے اور اس طرح ان کے کچھ رشتہ دار بھی جماعت میں شامل ہو گئے اور موضع مُہریاں میں جماعت قائم ہوئی۔

باقی صفحہ 6 پر

بقیہ از صفحہ 5 پر

میاں فرمان علی صاحب کالا بن کوٹلی، تحصیل راجوری، ریاست جموں وکشمیر کے رہنے والے تھے۔ مقامی جماعت کی خدمت میں تندہی سے مصروف رہتے اور امامت کے فرائض بھی ادا کرتے۔ تقسیم برصغیر سے قبل میں چندمرتبہ اپنے والد میاں صلاح محمد صاحب مرحوم کے ساتھ جمعہ پڑھنے وہاں جاتا رہا۔ اگرچہ ہمارے رہائشی مقام سے ''کالا بن کوٹلی'' کا گاؤں کافی فاصلہ پر تھا لیکن ہمارے گاؤں میں ہمارا اکیلا گھرانہ احمدی تھا اس لئے اکثر والد صاحب وہاں جاتے تھے۔ اس طرح میری ملاقات میاں فرمان علی صاحب سے قبل از تقسیم برصغیر سے تھی۔ تقسیم کے کچھ عرصہ بعد پاکستان آگئے۔ کشمیر سے نقل مکانی کرنے والوں کیلئے پاکستان میں بعض مقامات پر کیمپ بنے تھے وہ بھی کسی کیمپ میں مقیم رہے اور بعد میں اپنے صغیرسن بچوں کے ساتھ احمد نگر نزد ربوہ منتقل ہوگئے اور وہاں کی بیت الذکر میں خادم اور منادی کے فرائض ادا کرنے لگے اس وقت جامعہ احمدیہ احمد نگر میں ہوتا تھا اور اس طرح میرا ان سے نئے سرے سے رابطہ ہوا۔ بیت الذکر کے بغل میں انہیں ایک آدھ کمرہ مل گیا وہاں قیام پذیر ہوگئے اور بچوں کی پرورش اور تعلیم وتربیت بڑے مشکل حالات میں کرتے رہے۔

2008ء میں قیام ربوہ کے دوران میں احمد نگر میاں فرمان علی کے بیٹے سے اس کے والد کی تعزیت کے لئے گیا۔ بعدازاں فرماں علی مرحوم کے بیٹے کے ہمراہ احمد نگر کی ان گلیوں میں گھومنے نکلا جو قریباً ساٹھ سال قبل دیکھی تھیں۔ گویا ان سونی سونی گلیوں میں اپنا بچپن تلاش کررہا تھا۔ یاد ماضی کرتے ہوئے بہت سی یادیں تازہ ہوگئیں اور جب ایک گلی کے اس کونے پر پہنچے جہاں ہمارے اس وقت کے پرنسپل مولانا ابوالعطاء صاحب قیام پذیر ہوتے تھے۔ تو ہمارے راہنما نے بڑے در پر دستک دی تو موجودہ رہائش پذیر صاحب ہمیں اندر صحن میں لے گئے۔ تو ایسا لگا مکان تو وہی ہے لیکن مکیں بدل گئے بہرحال مجھے وہ سب کچھ یاد آگیا جو مولانا صاحب ہم اس وقت طلبہ کی تعلیم وتربیت کے لئے فرمایا کرتے تھے۔

میاں فرمان علی صاحب نے احمد نگر کی بیت الذکر جس کا اب نام بیت المجیب ہے ایک لمبے عرصے تک خدمت کی۔ بیت الذکر کے قیام کے ابتدائی دور میں جب نلکے کے ذریعہ وضو کیا جاتا تھا آپ بسا اوقات نلکا چلاتے تا وضو کرنے والے جلد اور بآسانی وضو کرکے بروقت نماز باجماعت میں شمولیت اختیار کرسکیں۔ اللہ تعالیٰ نے میاں فرمان علی صاحب کو مختلف حیثیتوں میں جماعت کی اور جماعت کے کاموں میں خدمت کی توفیق سے نوازا۔ جیسا کہ ذکر ہوچکا ہے کہ تقسیم برصغیر سے قبل وہ ایک جماعت کے امام تھے اور بعد میں لمبے عرصے تک خادم بیت الذکر رہے اور لمبی عمر پاکر داعی اجل کو لبیک کہا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔ آمین۔

زیتون
تعارف، استعمال اور فوائد

مکرم ڈاکٹر نذیر احمد مظہر صاحب

س: زیتون کس طرح کا پھل ہے؟

ج: زیتون کا درخت 3 میٹر کے قریب اونچا ہوتا ہے۔ چمکدار پتوں کے علاوہ اس میں بیر کی شکل کا ایک پھل لگتا ہے جس کا رنگ اودا اور جامنی ذائقہ بظاہر کسیلا ہوتا ہے۔

س: زیتون کہاں کہاں پایا جاتا ہے؟

ج: اس کا درخت ایشیائے کوچک۔ فلسطین۔ بحیرہ روم کے خطہ یونان۔ پرتگال۔ سپین۔ ترکی۔ اٹلی۔ شمالی افریقہ الجزائر۔ تیونس۔ امریکہ میں کیلیفورنیا۔ میکسیکو۔ پیرو۔ اور آسٹریلیا کے جنوبی علاقوں میں پایا جاتا ہے۔

س: زیتون کی تاریخ میں کیا اہمیت ہے؟

ج: مفسرین کی تحقیق کے مطابق زیتون کا درخت تاریخ کا قدیم ترین پودا ہے۔ طوفان نوح کے اختتام پر پانی اترنے کے بعد زمین پر جو سب سے پہلی چیز نمایاں ہوئی وہ زیتون کا درخت تھا۔ اس پس منظر کی بدولت زیتون کا درخت سیاست میں امن اور سلامتی کا نشان سمجھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مصر قدیم میں بھی زیتون کا تیل کھانے پکانے بلکہ اشیاء کو محفوظ کرنے، جسم پر لگانے اور علاج میں استعمال ہوتا ہے۔ مصری مقابر سے برآمد ہونے والی اشیاء میں زیتون کے تیل سے بھرے ہوئے برتن بھی شامل تھے۔ توریت میں بھی تیل ملنے کا ذکر ملتا ہے۔

س: زیتون کے متعلق ارشادات نبویؐ میں کیا بیان ملتا ہے۔

ج: ترمذی میں ذکر ملتا ہے۔ کہ زیتون کے تیل کو کھاؤ اور اس سے جسم کی مالش کرو کہ یہ ایک مبارک درخت سے ہے۔

ابن الجوزی سے روایت ہے کہ تمہارے لیے زیتون کا تیل موجود ہے۔ اسے کھاؤ اور بدن پر مالش کرو۔ کیونکہ یہ بواسیر میں مدد دیتا ہے۔

ابونعیم سے روایت ہے۔ کہ زیتون کا تیل کھاؤ اور اسے لگاؤ کیونکہ اس میں ستر بیماریوں کی شفاء ہے۔ جن میں سے ایک کوڑھ بھی ہے۔

س: زیتون کا تیل کس قسم کے پھل سے حاصل کیا جاتا ہے۔

ج: زیتون کا تیل پکے ہوئے پھل سے نکالا جاتا ہے۔ کچے یا گلے ہوئے پھل میں تیل کی مقدار کم ہوتی ہے۔ اگرچہ اس کے بیجوں میں بھی تیل پایا جاتا ہے۔ مگر ان کا معیار عمدہ نہیں ہوتا۔

س: زیتون کے تیل کی کیا اقسام ہیں؟

ج: زیتون کے تیل کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں۔

پھل کو براہ راست مشین کے کولہو میں ڈال کر تیل کی جو قسم برآمد کیجاتی ہے۔ اسے سب سے عمدہ تیل قرار دیا جاتا ہے۔ اور اسے Virgin Oil کہتے ہیں۔ پہلی کھیپ وصول کرنے کے بعد اس سے حاصل پھوگ پر گرم پانی ڈال کر دوبارہ کولہو میں ڈالا جاتا ہے۔ بعد میں پانی کو تیل سے الگ کرلیا جاتا ہے اور اس طرح حاصل شدہ دوسری اور تیسری کھیپ کو Table Oil کہتے ہیں۔

س: زیتون کے تیل کی پہلی اور دوسری کھیپ کا رنگ کیسا ہوتا ہے؟

ج: پہلی کھیپ کے تیل کا رنگ سنہری اور اس میں ہلکی سی خوشبو ہوتی ہے۔ یہ مدتوں خراب نہیں ہوتا۔ دوسری تیسری کھیپ کے تیلوں کا رنگ سبزی مائل اور پہلی گھانی سے گاڑھا ہوتا ہے۔

س: زیتون کے تیل کے کیا فوائد ہیں؟

ج: زیتون کے تیل کو بہترین ٹانک کہا جاتا ہے۔ یہ مقوی معدہ اور سینے کی بیماریوں سے تحفظ مہیا کرتا ہے۔ زہروں کے خلاف تحفظ دیتا ہے۔ پیٹ کے فعل کو اعتدال پر لاتا ہے۔ پیٹ سے کیڑے نکالتا ہے۔ بالوں کو چمکاتا اور بڑھاپے کی تکالیف کو اور اثرات کو کم کرتا ہے۔ وہ پھوڑے جن سے بدبو آتی ہو یا پرانی سوزش کی وجہ سے ٹھیک ہونے میں نہ آتے ہوں۔ زیتون کے تیل سے ٹھیک ہوجاتے ہیں۔ پتہ کی سوزش کو ختم کرنے اور پتھری کو نکالتا ہے۔ فالج۔ عرق النساء۔ پٹھوں اور جوڑوں کے دردوں اور کمزوری سے پیدا ہونے والے دوسرے امراض میں ازحد مفید پایا گیا ہے۔ چنبل۔ خشک گنج میں مفید ہے۔ امراض معدہ میں ہر قسم کی خراش کو دور کرتا ہے۔ اور معدہ اور آنتوں کے سرطان کو ختم کرتا ہے۔ تبخیر معدہ کی جلن کے لیے زیتون کے تیل سے بہتر کوئی دوائی نہیں۔

س: دمہ کے مرض میں زیتون کی کیا اہمیت ہے؟

ج: نبی اکرم ﷺ نے ذات الجنب میں زیتون کے تیل کا ارشاد فرمایا اس اصول کو سامنے رکھ کر سانس کی ہر بیماری کے مبتلا کو زیتون کا تیل ضرور دیا گیا۔ دمہ کے مریضوں کی بیماری میں جب کمی آجائے تو آئندہ اس قسم کے حملوں سے محفوظ رکھنے کے لیے زیتون کے تیل سے بہتر دوائی میسر نہ آسکی۔ وہ لوگ جو باقاعدہ زیتون کا تیل پیتے ہیں۔ ان کو نہ تو زکام لگتا ہے اور نہ ہی نمونیہ ہوتا ہے۔ زکام اور دمہ کے دوران اضافی فائدے کے لیے ابلتے ہوئے پانی میں شہد بھی مفید ہے۔

س: تپ دق میں زیتون کا تیل کس حد تک مفید پایا گیا ہے؟

ج: مریضوں کو 25 گرام زیتون کا تیل روزانہ اور آٹھ گرام قسط شیریں روزانہ دی گئیں۔ کمزوری کے لیے شہد۔ کھانسی کے لیے انجیر یا اس کا شربت اضافی طور پر دیا گیا۔ ابتدائی درجہ کے مریض عام طور پر 3 سے 4 ماہ میں ٹھیک ہوگئے۔ علامات ختم ہونے اور خون کے نارمل ہونے کے بعد مریضوں کو زیتون کا تیل ایک سال تک پینے کی ہدایت کی گئی چھ سال کے مشاہدہ کے میں کسی مریض کو دوبارہ تکلیف نہیں ہوتی۔

س: نکسیر میں یہ کس حد تک کارگر ثابت ہے؟

ج: ایک چمچ کلونجی کو پیس کر ایک چمچ زیتون کے تیل میں حل کرکے اس مرکب کو پانچ منٹ ابالنے کے بعد چھان کر صبح شام ناک میں ڈالنے سے نہ صرف پرانا زکام ٹھیک ہوجاتا ہے۔ بلکہ نکسیر بھی ختم ہوجاتی ہے۔

س: کیا زیتون کا تیل بڑی آنت کے کینسر سے بھی بچا سکتا ہے؟

ج: جی ہاں۔ بہت ہی تحقیقات سے ثابت ہے کہ زیتون کا تیل بڑی آنت کے کینسر سے بچاتا ہے۔

س: روغن زیتون کی قلب کے عوارض میں کیا اہمیت ہے؟

ج: زیتون کے تیل میں موجود Alpha Linolenic Acid شدید قلبی دوروں کے خطرے کو کم کرتا ہے۔ خون میں موجود چکنائی کو روغن زیتون جمنے نہیں دیتا۔ جس سے دل کے عوارض کے خطرات کم ہوجاتے ہیں۔

س: بلڈ پریشر کو کم کرنے میں روغن زیتون کا استعمال کس حد تک کارگر ثابت ہے؟

ج: روغن زیتون میں Polyphenol Antioxidants مادے ہوتے ہیں۔ جو شریانوں کی بندش کے ساتھ ساتھ بلڈ پریشر کو بھی کم کرتے ہیں۔ دراصل Antioxidant نائٹرک ایسڈ کی مقدار کو کم کرتے ہیں۔ جو بلڈ پریشر کو بڑھاتا ہے۔ یوں کولیسٹرول اور ٹرائی گلیسرائیڈ کی سطح بھی کم ہوتی ہے۔ جو بالآخر قلبی عوارض کی وجہ بنتے ہیں۔

میں نماز کے وقت نہیں آسکتا

حضرت شیخ محمد شفیع صاحب بھیرہ کے رہنے والے اور محکمہ نہر میں ضلعدار تھے۔ ایک دن مہتمم نہر نے جو ہندو تھا آپ کو کسی کام کے لئے بلا بھیجا۔ جمعہ کی نماز کا وقت تھا۔ آپ نے جواب بھجوایا کہ میں نماز کے وقت میں نہیں آسکتا۔

مہتمم نے سپرنٹنڈنٹ انجینئر سے شکایت کردی کہ حکم عدولی کا مرتکب ہوا ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ:

نماز جمعہ کا وقت تھا اور اس اہم مذہبی فریضہ کے رہ جانے کا اندیشہ تھا۔

یہ جواب اس شان اور توکل سے دیا گیا کہ افسر نے اس ہندو سے بازپرس کی اور نماز جمعہ کے لئے مسلمان ملازمین کی خاطر ایک گھنٹہ کی مستقل رخصت محکمہ سے منظور کرادی۔

(بھیرہ کی تاریخ احمدیت ص 89۔ فضل الرحمان بسمل 1972ء)

اطلاعات و اعلانات

نوٹ: اعلانات صدر/امیر صاحب حلقہ کی تصدیق کے ساتھ آنا ضروری ہیں۔

سانحہ ارتحال

مکرم منیر احمد صاحب انچارج شعبہ اشتہارات روزنامہ الفضل تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار کی والدہ محترمہ حرمت بی بی صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری سراج دین صاحب مرحوم دارالنصر غربی اقبال ربوہ مورخہ 16 جنوری 2010ء کو بعمر 84 سال اپنے چھوٹے بیٹے مکرم مشتاق احمد صاحب کے گھر وفات پا گئیں۔ آپ مکرم میاں فضل حق صاحب دھرم کوٹ ضلع گورداسپور کی بیٹی تھیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں، آپ کی نماز جنازہ اسی دن بعد نماز عشاء بیت مبارک میں محترم مرزا محمد الدین ناز صاحب ایڈیشنل ناظر تعلیم القرآن و وقف عارضی نے پڑھائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین کے بعد مکرم بشارت احمد محمود صاحب نائب ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ نے دعا کرائی۔ مرحومہ دعا گو، پنجگانہ نماز کی پابند، خلافت سے محبت کرنے والی، مہمان نواز، قرآن مجید کی تلاوت روزانہ کرتی تھیں۔ بروقت چندہ کی ادائیگی کرنے والی بزرگ خاتون تھیں، ہر چھوٹے بڑے سے محبت کرنے والی اور ملنسار تھیں۔ ہر ایک سے مسکرا کر ملنے والی اور خدمت دین بجالانے والی تھیں، بڑھاپا اور بیماری کا عرصہ بہت صبر اور حوصلے سے گزارا۔ آپ اپنوں اور غیروں کے ساتھ بہت نیک سلوک کرنے والی تھیں۔ اپنے شوہر کی پہلی شادی سے ایک بیٹی مکرمہ رضیہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم حمید احمد سلیمی صاحب مرحوم چک 96 گ۔ب صریح ضلع فیصل آباد کو بھی اپنی اولاد کی طرح پیار دیا اور تربیت کی۔ آپ کے بڑے بیٹے مکرم مبارک احمد خالد صاحب سابق مینیجر ماہنامہ خالد و تشحیذ الاذہان 18 دسمبر 1999ء کو فوت ہو گئے تھے۔ اسی طرح چھوٹے بیٹے مکرم انور احمد تبسم صاحب 29 نومبر 2006ء کو فوت ہوئے تھے۔ خاوند اور دونوں بیٹوں کی وفات کا صدمہ صبر اور حوصلے سے برداشت کیا۔ اور کسی قسم کا بھی حرف شکایت اپنی زبان پر نہ لائیں۔ آپ نے پسماندگان میں 3 بیٹے اور 4 بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ سب شادی شدہ اور صاحب اولاد ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

مکرم منور احمد صاحب دارالنصر غربی اقبال ربوہ، خاکسار منیر احمد دارالعلوم شرقی ربوہ، مکرم مشتاق احمد صاحب مشتاق کریانہ سٹور اقصیٰ چوک ربوہ، مکرمہ منصورہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم محمد یونس صاحب دارالنصر غربی اقبال ربوہ، مکرمہ ناصرہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم منظور احمد صاحب دارالعلوم غربی ثناء ربوہ، مکرمہ طاہرہ پروین صاحبہ اہلیہ مکرم مشتاق احمد صاحب گرین ٹاؤن لاہور اور مکرمہ خالدہ پروین صاحبہ اہلیہ مکرم محمد راشد صاحب دارالعلوم شرقی مسرور ربوہ۔

اللہ تعالیٰ مرحومہ والدہ صاحبہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین۔

سانحہ ارتحال و شکریہ احباب

مکرم محمد نفیس صاحب سابق مینیجر حبیب بینک ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

میری اہلیہ محترمہ جمیلہ نفیس صاحبہ بنت مکرم بشیر احمد صاحب مرحوم مورخہ 21 جنوری 2010ء کو بعمر 59 سال قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں۔ مورخہ 22 جنوری کو بعد نماز عصر بیت ناصر میں مکرم ڈاکٹر حنیف احمد قمر صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین کے بعد محترم چوہدری حمید اللہ صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید ربوہ نے دعا کروائی۔ مرحومہ کو لمبا عرصہ تک لجنہ اماء اللہ مقامی ربوہ میں مختلف عہدوں پر خدمت کی توفیق ملی۔ خاص طور پر بطور سیکرٹری تعلیم القرآن ربوہ بھر میں تلفظ قرآن کی کلاسز میں خود شرکت کر کے خدمت قرآن کی توفیق پائی۔ آپ پنجوقتہ نمازوں کی پابند، نیک، ملنسار، ہمدرد، غریب پرور، خلافت احمدیہ سے محبت و عشق رکھنے والی تھیں۔ مالی قربانی اور چندہ جات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔ مرحومہ محترم مولانا محمد اسماعیل صاحب دیالگڑھی مربی سلسلہ کی بڑی بہو تھیں جن کو ملفوظات کی تدوین میں خدمت دین کی توفیق ملی۔ مرحومہ نے لواحقین میں تین بیٹے مکرم محمد ایوب صاحب، مکرم محمد زکریا صاحب ربوہ، مکرم محمد داؤد صاحب زیر تعلیم ربوہ، تین بیٹیاں مکرمہ انیسہ کامران صاحبہ اہلیہ مکرم عادل کامران صاحب لاہور، مکرمہ نبیلہ گل صاحبہ اہلیہ مکرم عظیم احمد صاحب جرمنی، مکرمہ خولہ چوہدری صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری ممتاز احمد صاحب یوکے اور ضعیف والدہ چھوڑی ہیں۔ چھوٹے بیٹے کے علاوہ سب بچے شادی شدہ ہیں۔ اس موقع پر افراد خاندان کے علاوہ لجنہ اماء اللہ مقامی ربوہ و مرکزیہ کی مجلس عاملہ کی ممبرات نیز کارکنات دفتر اور دیگر احباب و خواتین نے بھی خود گھر آ کر یا بیرون ربوہ و پاکستان سے بذریعہ فون تعزیت کی اور ہم سے اظہار ہمدردی کیا۔ خاکسار اپنی اور بچوں کی طرف سے سب کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اجر عظیم سے نوازے۔ احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو غریق رحمت کرے اور ہم سب لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

خبریں

وزیر داخلہ مقدمہ لڑنا چاہتے ہیں تو ہم کارروائی کریں گے

سپریم کورٹ نے توہین عدالت کے مقدمے میں وزیر داخلہ رحمٰن ملک کے تحریری جواب کو غیر تسلی بخش قرار دیتے ہوئے مسترد کر دیا ہے جبکہ عدالت نے وزیر داخلہ سے کہا ہے کہ آپ کے خلاف توہین عدالت کی کارروائی کی جائے گی۔

تنخواہیں نہ بڑھنے پر پولیس اہلکاروں کا احتجاج

بلوچستان پولیس کے سینکڑوں اہلکاروں نے تنخواہوں میں سو فیصد اضافے اور دیگر مراعات کیلئے کوئٹہ سمیت صوبہ کے مختلف شہروں میں احتجاج کیا اور سڑکوں پر ٹائر جلا کر دن بھر ٹریفک معطل رکھی، مظاہرین نے گورنر ہاؤس اور وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ کے گیٹ توڑ دیئے اور اندر دھرنا دے کر شدید نعرے بازی کی اور عام شہریوں و تاجروں سمیت احتجاج کی کوریج کرنے والے صحافیوں کو تشدد کا نشانہ بنایا اور سرکاری اسلحہ سے دن بھر فائرنگ کرتے رہے تاہم صوبائی وزیر داخلہ کی یقین دہانی پر پولیس اہلکاروں نے اپنا احتجاج 5 فروری تک موخر کر دیا۔

صدر زرداری کے خلاف نااہلی ریفرنس کا آئین کے مطابق جائزہ لیا جا رہا ہے

الیکشن کمیشن آف پاکستان نے صدر آصف علی زرداری کے خلاف نااہلی ریفرنس موصول ہونے کی تصدیق کرتے ہوئے کہا ہے کہ ریفرنس کا آئینی و قانونی پہلوؤں سے جائزہ لیا جا رہا ہے اور اس کے بعد اس پر کارروائی کرنے یا نہ کرنے کا حتمی فیصلہ کیا جائے گا۔ اس حوالے سے ماضی کی مثالوں اور پارلیمنٹ کی طرف سے صدر کے انتخاب کے حوالے سے نتائج اور اس وقت ان کی اہلیت کو چیلنج نہ کرنے کے بارے میں بھی تمام امور دیکھے جائیں گے۔

رینٹل پاور منصوبوں سے بجلی کی قیمت دس فیصد بڑھ سکتی ہے

وفاقی وزیر پانی و بجلی راجہ پرویز اشرف نے کہا ہے کہ رینٹل پاور منصوبوں کی وجہ سے بجلی قیمتوں میں 6 سے 10 فیصد تک اضافہ ہو سکتا ہے تاہم بجلی مہنگی کرنے کا فیصلہ عوامی مفاد کو مدنظر رکھ کر کیا جائے گا، بھاشا ڈیم کیلئے تعمیراتی کام رواں سال شروع کر دیا جائے گا۔ اگر پانی کا ذخیرہ نہ کیا گیا تو بڑے تاریخی نقصانات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

انڈر 19 ورلڈ کپ، پاکستان ویسٹ انڈیز کو ہرا کر فائنل میں پہنچ گیا

پاکستان کی انڈر 19 کرکٹ ٹیم نے نیوزی لینڈ میں کھیلے جانے والے ورلڈ کپ کرکٹ ٹورنامنٹ کے فائنل میں رسائی حاصل کر لی ہے۔ پاکستان نے سیمی فائنل میں ویسٹ انڈیز کو 6 وکٹوں سے مات دی۔ حماد اعظم کو مین آف دی میچ قرار دیا گیا۔

تحقیق کی دعوت اور تربیت

حضرت مصلح موعود نے خدام کو مسلسل مطالعہ اور تحقیق کی دعوت دیتے ہوئے 27 جنوری 1956ء کو خطبہ جمعہ میں فرمایا:۔

''تم علوم کی طرف توجہ کرو اور دنیا کے سامنے نئی چیزیں پیش کرو اور یاد رکھو کہ زمانہ کی نئی رو اور نئی ضرورتوں کے ساتھ تعلق رکھنا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود کو دیکھ لو، آپ نے باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی تھی لیکن آپ کی کتب کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے جس قدر انکشافات فرمائے ہیں۔ وہ دنیا کی نئی رو اور ضروریات کے مطابق ہیں۔ پس تم بھی زمانہ کی رو اور ضرورت کو ملحوظ رکھو اور یورپین مصنفین کی کتب کا مطالعہ کرو اور دیکھو کہ ان کے دماغ کس طرف جا رہے رہیں۔ اگر تم نے اس طرح کام کرنا شروع کر دیا تو تم دیکھو گے کہ خدا تعالیٰ تمہارے کاموں میں کس طرح برکت ڈالتا ہے اور سلسلہ کا کام کس طرح چلتا ہے لیکن یاد رکھو تمہاری کتابیں حقیقی طور اس وقت مفید کہلائیں گی جب خود عیسائی مصنفین یہ لکھیں کہ ہمیں اس وقت جو مشکلات پیش آ رہی ہیں۔ ان کا حل ہمیں انہی کتابوں میں ملا ہے''۔

(الفضل 11 فروری 1956ء)

درخواست دعا

مکرم رانا سلطان احمد خان صاحب مینیجر ماہنامہ تشحیذ الاذہان و خالد تحریر کرتے ہیں۔

میرے بیٹے مکرم رانا عطاء القدوس خان صاحب ایک حادثہ میں زخمی ہیں اور فضل عمر ہسپتال میں داخل ہیں۔ آپریشن خدا تعالیٰ کے فضل سے کامیاب ہو گیا ہے۔ اب ہلکا ہلکا چلنے کی اجازت ہو گئی ہے۔

نیز خاکسار کے پھوپھی زاد بھائی مکرم رانا محمد خالد صاحب جرمنی کا دوبارہ بائی پاس آپریشن ہوا تھا۔ اب حالت قدرے بہتر ہے ہسپتال سے گھر آ گئے ہیں۔ احباب کرام سے ہر دو مریضوں کیلئے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہر قسم کی پیچیدگیوں سے دونوں کو محفوظ رکھے اور فعال زندگی عطا فرمائے۔ آمین

مکرمہ حفیظاں بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری غلام رسول صاحب آدا ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ مختلف عوارض کی وجہ سے شدید علیل ہیں۔ گردوں میں بھی شدید انفیکشن ہے۔ الائیڈ ہسپتال فیصل آباد میں زیر علاج ہیں۔ احباب جماعت سے کامل شفایابی کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

مکرم مقبول احمد صاحب کارکن مدرسۃ الحفظ کا بیٹا بعمر 16 دن نمونیہ کی وجہ سے بیمار ہے۔ فضل عمر ہسپتال میں داخل ہے۔ نیز ان کی اہلیہ بھی آپریشن کے مابعد اثرات کی وجہ سے صاحب فراش ہیں۔ ہر دو کی کامل شفایابی کیلئے احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے۔

UNIVERSAL
Voltage stabilizer
WITH MICRO PROCESSOR TECHNOLOGY
UNIX
HYRCULES
Proudly present 7 new models
صارفین کی ضرورت اور وولٹیج کی مزید کمی کے بڑھتے ہوئے رجحان کو مدِ نظر
رکھتے ہوئے یونیورسل اپلائینسز پیش کرتے ہیں 7 نئے طاقتور ماڈل۔
A-15 Special DT
With Time Delay System
Features: Input/Output Meter
Details: 3 relay 2 meter
Watts: 1500
Input: 125V Output: 220V
A-15 (SP) DT
A-21 Special
Features: Input/Output Meter
Details: 4 relay 2 meter
Watts: 2100
Input: 75V Output: 220V
A-21 (SP)
A-50 Special
With Circuit Breaker
Features: Input/Output Meter
Details: 3 relay 2 meter
Watts: 5000
Input: 125V Output: 220V
A-50 (SP)
A+100 Special
Features: Input/Output Meter
Details: 4 relay 2 meter
Watts: 10000
Input: 75V Output: 220V
A+100 (SP)
A++100 Special
Features: Input/Output Meter
Details: 5 relay 2 meter
Watts: 10000
Input: 50V Output: 220V
A++100 (SP)
A-120
Features: Input/Output Meter
Details: 4 relay 2 meter
Watts: 12000
Input: 75V Output: 220V
A-120
A-120 Special
Features: Input/Output Meter
Details: 3 relay 2 meter
Watts: 12000
Input: 125V Output: 220V
A-120 (SP)
ZAHID SHAKIR ELECTRONICS